

OPEN ACCESS**RUSHAD**

(Bi-Annual Research Journal of Islamic Studies)

Published by: Lahore Institute for Social Sciences, Lahore.

ISSN (Print): 2411-9482

ISSN (Online): 2414-3138

Jul-Dec-2021

Vol: 2, Issue:2

Email: journalrushd@gmail.comOJS: <https://rushdjournal.com/index>عثمان بن خالد مر جالوی¹

روایت: ((اقرءوا القرآن بلحون العرب وأصواتها)) کی تحقیق و تفہیم

Abstract

Recitation of the Holy Quran is a deed of great reward. People of the Muslim Ummah keep enlightening their hearts with the light of Quran. In Pakistan, when reciters come from Egypt, people are very happy to hear their recitation. Objections are sometimes raised to the style of recitation of the Egyptian reciters. Protesters say Egyptian reciters recite in a musical style and they recite Quranic verses in the style of music. Those who are aware of this art and consider it permissible to read it in this way, say that there are seven places for reciting the Quran in a specific style and accent, which are called Quranic places. And these places are very different from the places of music. In fact, there are seven places for music as well. Scholars who do not consider it permissible to read in the style of music say that the places of the Quran are in fact places of music. Only these places have been renamed. This article gives you a brief overview on the opinions of both sides of scholars. Regardless of the discussion of the Quranic places, in the opinion of some

¹ مدرس جامعہ اہل حدیث، چوک دال گراں، لاہور۔

people, the recitation of the Holy Quran in accordance with the rules of Tajweed is not necessary. And in this regard, the rise and fall in the voice of reciters are also interpreted with formality. Such views have also been reviewed.

Keywords: مصر، تلاوت، حدیث، حدیفہ، موسیقی

نص الحدیث

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَابَانَ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الْجَمَّالِ، نا بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيدِ، عَنْ حُصَيْنِ بْنِ مَالِكِ الْقَزَّارِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ شَيْخًا وَكَانَ قَدِيمًا يُكْتَى بِأَبِي مُحَمَّدٍ، يُحَدِّثُ عَنْ حُدَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «أَقْرَأُوا الْقُرْآنَ بِلُحُونِ الْعَرَبِ وَأَصْوَاتِهَا، وَإِيَّاكُمْ وَلُحُونِ أَهْلِ الْكِتَابَيْنِ، وَأَهْلِ الْفُسْقِ، فَإِنَّهُ سَيَجِيءُ بَعْدِي قَوْمٌ يُرْجَعُونَ بِالْقُرْآنِ تَرْجِيعَ الْغِنَاءِ وَالرَّهْبَانِيَّةِ وَالنَّوْحِ، لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ، مَفْتُونَةٌ قُلُوبُهُمْ، وَقُلُوبٌ مَنْ يُعْجِبُهُمْ شَأْنُهُمْ»¹

”سیدنا حدیفہ بن یمان سے روایت ہے، بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قرآن کو عرب کے لہجات اور ان کی آوازوں میں پڑھو، اہل کتاب (یہود و نصاری) اور گنہگار لوگوں کی طرح نہ پڑھو۔ میرے بعد کچھ لوگ آئیں گے جو قرآن کی آواز کو حلق میں گھما کر گیت (گانا)، رہبانیت اور نوحے کے انداز میں پڑھیں گے، وہ ان کی نسلیوں تک (بھی) نہیں پہنچے گا، ان کے دل اور ان کے انداز کو اچھا سمجھنے والوں کے دل فتنہ زدہ ہوں گے۔“

تخریج الحدیث: [الطبرانی، سلیمان بن أحمد بن ایوب (المتوفی: 360ھ)، المعجم الأوسط

: 183/7 (ح: 7223) . البیهقی، أحمد بن الحسين بن علي (المتوفی: 458ھ)، شعب

الإیمان: 208/4 (ح: 2406) . الجورقانی، الحسين بن إبراهيم بن الحسين بن جعفر

(المتوفی: 543ھ)، الأباطیل والمناکیر والصحاح والمشاهیر: 723]

تحقیق الحدیث: سب سے پہلے تو روایت کے رجال کا مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے:

¹ الطبرانی، سلیمان بن أحمد بن ایوب بن مطیر، المعجم الأوسط، (القاهرة: دار الحرمین، س ن)، 7 : 183، رقم: 7223۔

1- امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا اسم گرامی سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اور نسبت لُحی، شامی، طبرانی، کنیت ابوالقاسم ہے۔ مشہور محدث و مفسر ہیں۔ 260ھ (بمطابق 873ء) کو فلسطین کے شہر بعا میں پیدا ہوئے۔ 207ھ میں حدیث کی تعلیم کا آغاز کیا۔ موصوف کا حدیث سے شغف اور اس کی تحصیل کا ذوق دیکھ کر آپ کے والد گرامی آپ کو بغداد، کوفہ، بصرہ، شام، حجاز، مصر، یمن اور اصبہان جیسے علمی ممالک میں لے کر گئے۔ اور یہ علمی سفر تیس سال کی طویل مدت پر محیط ہے۔ امام اسحاق دبری، امام علی بن عبد العزیز بغوی اور امام نسائی رحمہم اللہ جیسے اساتین علم سے کسب فیض کیا۔ ابن خلکان نے آپ کے (1000) اساتذہ کا ذکر فرمایا ہے۔¹

ابن عقدہ، ابو بکر بن مردویہ، عبد الرحمن بن احمد صفار اور ابو نعیم اصبہانی جیسی ممتاز شخصیات نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔

آپ کی بابت آپ کے تلمیذ ابن عقدہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”مَا أَعْلَمُنِي رَأَيْتُ أَحَدًا أَعْرَفَ بِالْحَدِيثِ، وَلَا أَحْفَظَ لِلْأَسَانِيدِ مِنَ الطَّبْرَانِيِّ“²

”معرفت حدیث اور اسانید کے تقان میں سب سے بڑے عالم میرے علم کے مطابق امام طبرانی ہیں۔“

آپ کی تصنیفات میں

المعجم الكبير، المعجم الأوسط، المعجم الصغير، كتاب الدعاء والمناسك، مسند شعبة، مسند سفيان، الأوائل، مسند الشاميين، مكارم الأخلاق وغيره متداول ہیں۔ امام ذہبی نے آپ کی 76 مؤلفات کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ علم کا سورج 360ھ (بمطابق 971ء) کو اصبہان شہر میں غروب ہو گیا۔

¹ ابن كثير، إسماعيل بن عمر بن كثير، أبو الفداء، البداية والنهاية، (بيروت: إحياء التراث العربي، 1998ء)، 11: 270.

² الجمالي، أبو الفداء زين الدين قاسم، الثقات ممن لم يقع في الكتب الستة، (مركز النعمان، اليمن، 2011ء)، 5: 90، رقم: 4720.

2- محمد بن جابان

محمد بن جابان چندریسا بوری مجہول راوی ہے، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"فَلَمْ أَجِدْ لَهُ تَرْجَمَةً."¹

”مجھے ان کے حالات زندگی نہیں مل سکے۔“

3- محمد بن مہران جمال

ابو جعفر محمد بن مہران جمال الرازی ثقہ راوی ہیں۔ اسماعیل بن علیہ اور یحییٰ بن سعید القطان جیسے اساطین علم

سے کسب فیض کیا۔ امام بخاری و مسلم رحمۃ اللہ علیہما جیسے عظیم محدثین کے استاذ ہیں۔ ابو بکر الاعمین فرماتے ہیں:

"مَشَايِخُ خُرَّاسَانَ ثَلَاثَةٌ: أَوْلَاهُمْ: فَتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَالثَّانِي: مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ

الرَّازِي، وَالثَّلَاثِ: عَلِيُّ بْنُ حَجْرٍ"²

”خراسان کے تین مشائخ تھے: بالترتیب فتیبہ بن سعید، محمد بن مہران رازی اور علی بن حجر۔“

امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ کو الثقات میں شمار کیا ہے۔ 239ھ میں داعی اجمل کو لبیک کہا۔

4- بقیہ بن ولید

مکمل نام: ابو محمد بقیہ بن ولید بن صائد بن کعب بن حریر حمصی ہے۔ آپ نے بکیر بن سعد اور محمد بن زیاد وغیرہ

سے علم حدیث حاصل کیا۔ یزید بن عبد ربہ کے قول کے مطابق (197ھ) میں انتقال کیا۔³

آپ سے روایت لینے میں شعبہ بن حجاج، حماد بن زید، عبد اللہ بن مبارک اور اسحاق بن راہویہ وغیرہ قابل ذکر

ہیں۔⁴

آپ کی بابت ابن سعید فرماتے ہیں:

¹ الألبانی، محمد ناصر الدین، سلسلة الأحاديث الضعيفة، (الرياض: دار المعارف، 1992ء)، 11: 422۔

² المزي، يوسف بن عبد الرحمن بن يوسف، تهذيب الكمال في أسماء الرجال، (بيروت: مؤسسة الرسالة، 1980ء)، 26: 521۔

³ البخاري، محمد بن إسماعيل ابو عبد الله، التاريخ الكبير للبخاري، (حيدر آباد: دائرة المعارف العثمانية، س ن)، 2: 150، رقم: 2012۔

⁴ الخطيب البغدادي، أبو بكر أحمد، تاريخ بغداد و ذبوله، (بيروت: دار الكتب العلمية، 1417ھ)، 7: 126، رقم: 3561

"وَكَانَ ثِقَةً فِي رِوَايَتِهِ عَنِ النَّقَاتِ. وَكَانَ ضَعِيفَ الرِّوَايَةِ عَنْ غَيْرِ النَّقَاتِ"¹

”بقیہ جب ثقہ رواۃ سے روایت کریں تو ثقہ ہیں، اور جب غیر ثقہ رواۃ سے روایت کریں تو غیر ثقہ ہیں۔“

امام ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابو مسہر رحمۃ اللہ علیہ سے بقیہ بن ولید سے حدیث روایت کرنے کی بابت دریافت کیا تو آپ نے فرمایا:

"أَحَدُ أَحَادِيثِ بَقِيَّةٍ وَكُنْ مِنْهَا عَلَى تَقِيَّةٍ فَإِنَّهَا غَيْرُ نَقِيَّةٍ"²

”بقیہ سے حدیث لینے سے بچو؛ کیونکہ وہ صاف (قابل حجت) نہیں ہیں۔“

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ کا قول عمدہ ہے، فرماتے ہیں:

"لَا بَأْسَ بِهِ إِذَا زَوَى عَنِ الْمَشَاهِيرِ ، فَإِذَا زَوَى عَنِ الْمَجْهُولِينَ فَيَجِيءُ بِأَحَادِيثٍ مَنَاقِبٍ"³

”جب مشہور رواۃ سے روایت کریں تو (ان کی روایت لینے میں) کوئی حرج نہیں؛ لیکن جب مجہول رواۃ سے روایت کریں تو ان کی احادیث منکر ہوتی ہیں۔“

ابن عراقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيدِ مَشْهُورٌ بِالتَّدْلِيْسِ مُكْتَبٌ لَهُ عَنِ الضُّعْفَاءِ يُعَانِي تَدْلِيْسَ التَّسْوِيَةِ وَهُوَ أَفْحَشُ أَنْوَاعِ التَّدْلِيْسِ"⁴

”بقیہ بن ولید مشہور مدلس اور بکثرت ضعیف رواۃ سے روایت کرتا ہے، اور تدلیس تسویہ کا شکار ہے جو کہ تدلیس کی بدترین قسم ہے۔“

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

¹ ابن سعد، أبو عبد الله محمد بن سعد بن منيع الهاشمي، الطبقات الكبرى، دار الكتب العلمية، بيروت، 1990ء، 7: 326، رقم: 3922

² الجرجاني، أبو أحمد بن عدي، الكامل في ضعفاء الرجال، (بيروت: الكتب العلمية، 1997ء)، 2: 259، رقم: 302

³ أبو يعلى الخليلي، خليل بن عبد الله بن أحمد بن إبراهيم بن الخليل القزويني، (رياض: مكتبة الرشد، 1409هـ): 1: 266-

⁴ ابن العراقي، أحمد بن عبد الرحيم الكردي، المدلسين، (بيروت: دار الوفاء، 1995ء)، 4: 37-

"إِذَا قَالَ: حَدَّثَنَا وَأَخْبَرَنَا فَهُوَ ثِقَةٌ" ¹

”بقیہ بن ولید اگر ”حدثننا“ یا ”أخبرنا“ سے روایت بیان کرے تو وہ ثقہ ہے (اگر ”عن“ وغیرہ سے بیان کرے تو مدلس ہے)۔“

5- حصین بن مالک فزازی:

مجهول راوی ہیں۔

6- شیخ ابو محمد:

مجهول راوی ہیں۔

7- حذیفہ بن یمان

سیدنا حذیفہ بن یمان معروف صحابی رسول ﷺ ہیں۔ اور آپ ﷺ کے رازدان کا شرف بھی آپ کو حاصل ہے۔ اپنے والد گرامی کے ہمراہ جنگ احد میں بھی شریک ہوئے۔ جنگ خندق میں قریش کی جاسوسی کے لیے آپ کو بھیجا گیا۔ صحابہ کرام کے ہاں یہ بات معروف تھی کہ جس شخص کے جنازہ میں آپ شرکت نہ فرماتے تو اس کے جنازے میں احتیاط برتی جاتی۔ سیدنا عمر بن خطاب جیسے عظیم صحابی آپ سے سوال کرتے کہ میرا نام کہیں منافقین کی لسٹ میں تو نہیں لکھ دیا گیا!

سیدنا عثمان بن عفان کی شہادت کے کچھ ہی عرصہ بعد 36ھ میں داغ مفارقت دے گئے۔

اب آتے ہیں کہ مذکورہ بالا روایت کی صحت و ضعف کی بابت ائمہ کرام کی کیا آراء ہیں۔

امام جو رقانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: 543ھ) فرماتے ہیں:

"هَذَا حَدِيثٌ بَاطِلٌ، وَأَبُو مُحَمَّدٍ شَيْخٌ مَجْهُولٌ، وَحَصِينُ بْنُ مَالِكٍ أَيْضًا مَجْهُولٌ"

وَبَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيدِ ضَعِيفٌ" ²

”یہ حدیث باطل ہے، شیخ ابو محمد اور حصین بن مالک مجہول اور بقیہ بن ولید ضعیف راوی ہیں۔“

¹ سلسلۃ الأحادیث الضعیفة، 1: 262۔

² الجورقانی، الحسین بن ابراہیم بن، أبو عبد اللہ، الأباطیل والمناکیر والصحاح والمشاہیر، (الریاض: دار الصمیعی للنشر والتوزیع 2002ء)، 2: 377۔

امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: 597ھ) فرماتے ہیں:

"هَذَا حَدِيثٌ لَا يَصِحُّ وَأَبُو مُحَمَّدٍ مَجْهُولٌ وَبَقِيَّةُ يَرْوِي عَنْ حَدِيثِ الضُّعْفَاءِ وَيَدْلِسُهُمْ" ¹

”یہ حدیث صحیح نہیں، ابو محمد مجہول راوی اور بقیہ ضعیف راوی سے حدیث بیان کر رہے ہیں اور تدلیس کرتے ہیں۔“

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"تَفَرَّدَ عَنْهُ بَقِيَّةٌ لَيْسَ بِمُعْتَمَدٍ وَالْخَبَرُ مُنْكَرٌ" ²

”اس روایت کو بیان کرنے میں بقیہ (راوی) متفرد ہے جو کہ قابل اعتماد نہیں، اور (یہ) روایت منکر ہے۔“

شیخ الالبانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: 1420ھ) بھی فرماتے ہیں کہ بقیہ بن ولید تدلیس تسویہ کرتا ہے۔³ بنا بریں آپ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔⁴

شرح الحدیث

(اقرءوا القرآن بلحون العرب):

ابن اثیر فرماتے ہیں:

"اللُّحُونُ وَالْأَلْحَانُ: جَمْعُ لَحْنٍ: وَهُوَ التَّنْطَرِيْبُ وَتَرْجِيْعُ الصَّوْتِ، وَتَحْسِيْنُ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ، أَوْ الشَّعْرِ، أَوْ الْغِنَاءِ"

”لحون اور الحان لحن کی جمع ہے۔ لحن کی تعریف: گانا گانے یا شعر پڑھنے یا قرآن کی قراءت میں تحسین اور آواز کو نثر کے ساتھ حلق میں گھمانے کو لحن کہتے ہیں۔“

¹ ابن الجوزي، عبد الرحمن بن علي، العلل المتناهية في الأحاديث الواهية، (فيصل آباد: اداره علوم الأثرية، الطبعة الثانية 1981ء)، 1: 111، رقم: 160۔

² ابن حجر، أبو الفضل أحمد بن علي بن محمد، لسان الميزان، (دار البشائر الإسلامية، 2002ء)، 2: 319، رقم: 1307۔

³ الألباني، محمد ناصر الدين، إرواء الغليل في تخريج أحاديث منار السبيل، (بيروت: المكتب الإسلامي، 1405هـ)، 3: 89۔

⁴ الألباني، محمد ناصر الدين، ضعيف الجامع الصغير وزيادته، (بيروت: المكتب الإسلامي، س ن): 1067۔

مزید فرماتے ہیں:

"وَتَشْبِهُهُ أَنْ يَكُونَ هَذَا الَّذِي يَفْعَلُهُ قِرَاءُ زَمَانِنَا بَيْنَ يَدَيِ الْوُعَاظِ فِي الْمَجَالِسِ مِنَ اللَّحُونِ الْأَعْجَمِيَّةِ، الَّتِي يَقْرَأُونَ بِهَا، مِمَّا نَهَى عَنْهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ" ¹

”اور لحن کی ایک شکل یہ بھی ہے جو ہمارے دور میں محفلوں میں واعظین کے سامنے قرائے کرام عجمی لہجات میں قراءت کرتے ہیں، لیکن اس سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔“

(وَأَصْوَاتِهَا)

ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"أَيُّ: بِلَا تَكْلُفِ النَّعْمَاتِ مِنَ الْمَدَّاتِ وَالسَّكَنَاتِ فِي الْحَرَكَاتِ وَالسَّكَنَاتِ بِحُكْمِ الطَّبِيعَةِ السَّادِجَةِ عَنِ التَّكَلُّفَاتِ" ²

”یعنی: مد اور طبعی حرکات میں نغموں والے تکلفات کے بغیر (پڑھنا)۔“

علامہ مبارکپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"أَيُّ: تَرْتُمَاتِهَا الْحَسَنَةُ الَّتِي لَا يَخْتَلُ مَعَهَا شَيْءٌ مِنَ الْحُرُوفِ عَنِ مَخْرَجِهِ؛ لِأَنَّ ذَلِكَ يُضَاعِفُ النَّشَاطَ" ³

”یعنی: ایسے خوبصورت ترنم میں (پڑھنا) کہ جس کے ساتھ حروف کو ان کے مخرج سے ادا کرنے میں خرابی پیدا نہ ہو؛ کیونکہ یہ طریقہ بشارت کو دوچند کر دیتا ہے۔“

(وَإِيَّاكُمْ وَلِحُونَ أَهْلِ الْكِتَابَيْنِ)

دو اہل کتاب سے مراد: یہود و نصاریٰ ہیں۔ اور وہ تورات و انجیل کو اس قدر تکلف کے ساتھ تلاوت کرتے کہ جس سے کتاب کو پڑھنا مشکل ہو جاتا تھا، جس وجہ سے عام لوگ کتاب سے دور رہتے تھے۔ اس چیز سے مسلمانوں

¹ ابن الأثير، المبارك بن محمد أبو السعادات، جامع الأصول، (بيروت: مكتبة دار البيان، س ن)، 2: 459، رقم: 913؛ وانظر: النهاية في غريب الحديث والأثر، 4: 242-

² القاري، علي بن (سلطان) محمد، أبو الحسن نور الدين الملا الهروي، مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، (بيروت-لبنان: دارالفكر، 2002ء)، 4: 1505، رقم: 2207-

³ المباركفوري، عبید اللہ بن محمد عبد السلام أبو الحسن، الرحمانی، مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، (بنارس الہند: إدارة البحوث العلمية والدعوة والإفتاء - الجامعة السلفية، 1984ء)، 9: 194، رقم: 2229-

کو خبردار کیا جا رہا ہے کہ تم قرآن کی تلاوت کو تکلف سے نہ پڑھو۔

علامہ مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وَكَاُنُوا يَقْرُؤُونَ كُتُبَهُمْ نَحْوًا مِنْ ذَلِكَ وَيَتَكَلَّفُونَ لِنَازِلِكَ" ¹

"اور یہود و نصاریٰ اپنی کتب کو تکلف کے ساتھ ہی پڑھتے تھے۔"

مسلمانوں میں سے بھی جو شخص قرآن مجید کو تکلف کے ساتھ پڑھے گا وہ یہود و نصاریٰ کے طریقے پر چلے گا۔

جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«مَنْ تَشَبَهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ» ²

"جو جس قوم کی مشابہت اختیار کرے گا وہ انہیں میں سے ہے۔"

(وَأَهْلِي الْفَسَقِ)

اس سے مراد فاسق لوگ ہیں۔ یعنی جس طرح فاسق لوگ پڑھتے ہیں، اس انداز سے بھی روک دیا گیا۔

علامہ مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"الَّذِينَ يُخْرِجُونَ الْقُرْآنَ عَنْ مَوْضِعِهِ بِالْتَّمْطِيطِ بِحَيْثُ يَزِيدُ أَوْ يَنْقُصُ حَرْفًا

فَإِنَّهُ حَرَامٌ إِجْمَاعًا." ³

"جو لوگ قرآن کو مخارج کے برخلاف، حروف کو اس قدر کھینچ کر اور لمبا کر کے پڑھتے ہیں کہ الفاظ

میں کمی و بیشی واقع ہوتی ہے۔ یہ (قراءت) قطعی طور پر حرام ہے۔"

(فَإِنَّهُ سَيَجِيءُ بَعْدِي قَوْمٌ يُرْجَعُونَ بِالْقُرْآنِ تَرْجِيعِ الْغِنَاءِ):

اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پشین گوئی فرما رہے ہیں کہ میرے بعد ایسے لوگ آئیں گے جو قرآن کو ترجیع کے ساتھ

پڑھیں گے۔

"ترجیع"، "تطریب" اور "تغنی" قریب المعنی الفاظ ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ "آواز کو حلق میں گھما کر سُر

اور سوز پیدا کرنا۔"

¹ مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، 9: 194، رقم: 2229۔

² السجستاني، أبو داود سليمان بن الأشعث، سنن أبي داود، رقم: 4031۔

³ مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، 9: 194، رقم: 2229۔

”ترجیع“، ”تطریب“ اور ”تغنی“ کے انداز میں قرآن کریم کی تلاوت کرنے کی بابت جواز و عدم جواز میں فقہائے کرام میں اختلاف ہے۔ ذیل میں ہر دو کے موقوفات کے چند دلائل ملاحظہ فرمائیں:

مجوزین کے دلائل

1- امام بخاری رضی اللہ عنہ نے اپنی ”الصحيح“ میں یوں الفاظ عنوان قائم کیا ہے:

”بَابُ التَّرْجِيعِ“

”ترجیع کا بیان۔“

اور اس میں سیدنا عبد اللہ بن مغفل کی حدیث لائے ہیں آپ فرماتے ہیں:

«رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَأُ وَهُوَ عَلَى نَاقَتِهِ أَوْ جَمَلِهِ، وَهِيَ تَسِيرُ بِهِ، وَهُوَ يَقْرَأُ سُورَةَ

الْفَتْحِ - أَوْ مِنْ سُورَةِ الْفَتْحِ - قِرَاءَةً لَيْتَةً يَقْرَأُ وَهُوَ يُرْجِعُ»¹

”میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اپنی اونٹنی یا اونٹ پر سوار ہو کر تلاوت کر رہے تھے سواری چل رہی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ الفتح پڑھ رہے تھے (راوی نے یہ بیان کیا کہ) سورۃ الفتح میں سے پڑھ رہے تھے نرمی اور آہستگی کے ساتھ قراءت کر رہے تھے اور آواز کو حلق میں دہراتے تھے۔“

2- سیدنا ابو ہریرہ سے روایت ہے، بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَتَعَنَّ بِالْقُرْآنِ»²

”جو خوش آواز سے قرآن نہیں پڑھتا وہ ہم میں سے نہیں۔“

3- سیدنا ابو ہریرہ سے روایت ہے، بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«لَمْ يَأْذِنِ اللَّهُ لَشَيْءٍ مَا أَذِنَ لِلنَّبِيِّ أَنْ يَتَعَنَّ بِالْقُرْآنِ»³

”اللہ نے کوئی چیز اتنی توجہ سے نہیں سنی جتنی توجہ سے اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن بہترین آواز کے ساتھ پڑھتے ہوئے سنا ہے۔“

¹ البخاري، محمد بن إسماعيل، صحيح البخاري، كِتَابُ فَضَائِلِ الْقُرْآنِ، بَابُ التَّرْجِيعِ، رقم: 5047-

² ايضاً، كِتَابُ التَّوْحِيدِ، بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: (وَأَسِرُّوا قَوْلَكُمْ أَوِ اجْهَرُوا بِهِ، إِنَّهُ.....) [المملك: 14]، رقم: 7527-

³ ايضاً، كِتَابُ فَضَائِلِ الْقُرْآنِ، بَابُ مَنْ لَمْ يَتَعَنَّ بِالْقُرْآنِ، رقم: 5023-

4- سیدنا ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا:
 «مَا أَدِنَ اللَّهُ لِشَيْءٍ مَّا أَدِنَ لِنَبِيِّ حَسَنِ الصَّوْتِ يَتَغَنَّى بِالْقُرْآنِ، يَجْهَرُ بِهِ»¹
 ”اللہ تعالیٰ نے (کبھی) کسی چیز پر اس طرح کان نہیں دھرا جس طرح کسی خوش آواز نبی (کی) قراءت پر جب وہ بلند آواز کے ساتھ خوش الحانی سے قراءت کرے۔“

5- عبد الرحمن بن سائب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:
 "قَدِمَ عَلَيْنَا سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ، وَقَدْ كُفَّ بَصَرُهُ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَقَالَ: مَنْ أَنْتَ؟ فَأَخْبَرْتُهُ، فَقَالَ: مَرْحَبًا بِابْنِ أَخِي، بَلَّغَنِي أَنَّكَ حَسَنُ الصَّوْتِ بِالْقُرْآنِ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: «إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ نَزَلَ بِحُزْنٍ، فَإِذَا قَرَأْتُمُوهُ فَأَبْكُوا، فَإِنَّ لَمْ تَبْكُوا فَتَبَاكَوْا، وَتَغَنَّاؤُا بِهِ فَمَنْ لَمْ يَتَغَنَّ بِهِ فَلَيْسَ مِنَّا.»²

صحیح بخاری کی حدیث یہ ہے:

عبد الرحمن بن سائب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے پاس سیدنا سعد بن ابی وقاص آئے، وہ نابینا ہو گئے تھے، میں نے ان کو سلام کیا، انہوں نے پوچھا: تم کون ہو؟ میں نے انہیں (اپنے بارے میں) بتایا: تو انہوں نے کہا: بھتیجے! تمہیں مبارک ہو، مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم قرآن اچھی آواز سے پڑھتے ہو، میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا:

”یہ قرآن غم کے ساتھ اترتا ہے لہذا جب تم قرآن پڑھو، تو روؤ، اگر رونہ سکو تو بہ تکلف روؤ، اور قرآن پڑھتے وقت اسے اچھی آواز کے ساتھ پڑھو، جو قرآن کو اچھی آواز سے نہ پڑھے، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔“³

¹ مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتابُ صَلَاةِ الْمَسَافِرِینَ وَقَصْرِهَا، بَابُ اسْتِحْبَابِ تَحْسِينِ...: 792.

² سنن ابن ماجہ: 1337، تخریج دارالدعوه: تفرد به ابن ماجه، تحفة الأشراف: 3900، ومصباح الزجاجاة: 469) وقد أخرجہ: سنن ابی داود/الصلاة: 355 [1469] (ضعیف) اس میں راوی ابو رافع، اسماعیل بن رافع ضعیف ومتروک ہیں، لیکن آخری جملہ "وتغنوا به" صحیح ہے، کیونکہ یہ صحیح بخاری میں ابو ہریرہ کی حدیث میں ہے۔

³ البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتابُ الْجَنَائِزِ، بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى الْقَبْرِ بَعْدَ مَا يُدْفَنُ: 1337.

مانعین کے دلائل

1- پہلی دلیل تو «افْرءُوا الْقُرْآنَ بِالْعَرَبِ» والی روایت ہے۔

2- رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«بَادِرُوا بِالْمَوْتِ سِتًّا: إِمْرَةَ السَّقَمَاءِ، وَكَثْرَةَ الشَّرْطِ، وَبَيْعَ الْحُكْمِ، وَاسْتِخْفَافًا بِالِدِّمِّ، وَقَطِيعَةَ الرَّحِمِ، وَنَشْوَا يَتَّخِذُونَ الْقُرْآنَ مَزَامِيرَ يُقَدِّمُونَهُ يُغَنِّيهِمْ، وَإِنْ كَانَ أَقَلَّ مِنْهُمْ فِقْهًا»¹

”موت سے پہلے پہلے چھ چیزوں سے بچو: بیوقوفوں کی امارت، پولیس کی کثرت، انصاف کے کہنے، خون کے بے قیمت ہو جانے، اور رشتہ داری کے ٹوٹنے، لوگ قرآن مجید کو بانسریوں اور گیتوں کی طرح پڑھ کر کیف و سرور میں آئیں اور کسی آدمی کو صرف اس بنا پر (نماز کی امامت کے لیے) آگے کریں کہ وہ گا گا کر تلاوت کرتا ہے، اگرچہ وہ ان (لوگوں) میں سب کم فہم و فراست والا ہو۔“

3- سیدنا ابن عباس سے روایت ہے، بیان فرماتے ہیں:

كَانَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ مُؤَذِّنٌ يُطْرَبُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ:

«إِنَّ الْأَذَانَ سَهْلٌ سَمِعَ فَإِنْ كَانَ أَذَانُكَ سَمِعًا سَهْلًا وَإِلَّا فَلَا تُؤَذِّنُ»²

”رسول اللہ ﷺ کا ایک مؤذن تھا جو تطریب کے ساتھ اذان کہتا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک اذان نہایت آسانی، نرمی اور بغیر کسی دشواری کے (کہی جاتی) ہے۔ اگر آپ کی اذان آسانی، نرمی اور بغیر کسی دشواری کے ہو تو ٹھیک؛ وگرنہ آپ اذان نہ کہا کریں۔“

راجح موقف کی تعیین

یہ مسئلہ تفصیل طلب ہے، طرفین کی آراء میں افراط و تفریط ہے۔ جس بناء پر کسی کا موقف بھی مبنی برحق نہیں۔ دو باتیں قابل ذکر ہیں:

¹ أحمد بن محمد بن حنبل أبو عبد الله، مسند أحمد، (القاهرة: دار الحديث، 1995ء)، 25: 427، رقم: 16040، حدیث صحیح۔

² دارقطنی، علی بن عمر بن أحمد أبو الحسن، سنن الدارقطنی، (بیروت-لبنان: مؤسسة الرسالة، 2004ء): 1877، سخت ضعیف روایت ہے۔ دیکھیے: سلسلۃ الأحادیث الضعیفة، 5: 206، رقم: 2184۔

1- کیا قرآن کریم کی تلاوت کے لیے تجوید کا جاننا ضروری ہے کہ نہیں؟
 مانعین کا کہنا ہے کہ تجوید کا جاننا بالکل ضروری نہیں، حروف کی ادائیگی بھی ہو کفایت کر جائے گا۔ مزید برآں اس قدر وسعت ہے کہ کوئی جس لہجہ میں چاہے تلاوت کر لے، یہاں تک مختلف پنجابی لہجات میں بھی تلاوت کی جاسکتی ہے۔

جبکہ مجوزین کے ہاں اتنی شدت ہے کہ تجوید کا علم حاصل کیے بغیر تلاوت کی ہی نہیں جاسکتی، بصورت دیگر قاری گنہگار ہو گا۔

ابن جزری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وَالْأَخْذُ بِالتَّجْوِيدِ حَتْمٌ لَّازِمٌ مَنْ لَمْ يُجَوِّدِ الْقُرْآنَ أَثِمٌ"¹

”اور تجوید کا حاصل کرنا حتمی طور پر لازم ہے۔ جو قرآن کو تجوید کے ساتھ نہیں پڑھتا وہ گنہگار ہے۔“

درمیانی رائے یہ ہے کہ قرآن کی تلاوت کرنے والے ہر صاحب پر تجویدی قواعد کا سیکھنا لازم نہیں ہے؛ لیکن تلاوت کے وقت حروف کا واضح کر کے پڑھنا وغیرہ بہر حال ضروری ہے۔

شیخ محمد بن صالح عثیمین رحمۃ اللہ علیہ سے ایک سوال اور اس کا جواب ملاحظہ فرمائیں:

السؤال: "فضيلة الشيخ! بعض علماء التجويد قالوا: إن قراءة القرآن بالتجويد واجبة، فما صحة قولهم؟"

الجواب: "الصحيح أن قراءة القرآن بالتجويد ليست واجبة، وأن التجويد ليس إلا لتحسين القراءة فقط، فإذا قرأ الإنسان قراءة أوضح فيها الحرف وجعله

محركاً بما هو محركٌ به فإن هذا كافٍ، فأما قوله: ﴿وَرَتَّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلاً﴾

[المزمل:4] فليس معناها جود، بل المعنى اقرأه على مهل."

”سوال: شیخ گرامی! بعض علمائے تجوید کا کہنا ہے کہ قرآن کو تجوید (کے قواعد) کے ساتھ پڑھنا

واجب ہے، ان کی یہ بات کہاں تک درست ہے؟

¹ ابن الجزري، شمس الدين أبو الخير، محمد بن محمد بن يوسف، المقدمة الجزرية، دار المغني للنشر والتوزيع، 2001ء: 11۔

جواب: درست بات یہی ہے کہ قرآن کو تجوید کے ساتھ پڑھنا واجب نہیں ہے۔ اور تجوید کا مطلب تلاوت کی خوبصورتی کے سوا کچھ نہیں۔ جب انسان قراءت کرے کہ حروف واضح (کر کے آدا) کرے، حرکت والے حرف کو حرکت دے تو اتنا ہی کافی ہے۔ رہی بات اللہ تعالیٰ کے فرمان کہ ﴿وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلاً﴾ ”تو اس کا معنی یہ نہیں کہ تجوید کے ساتھ پڑھو؛ بلکہ اس کا مطلب ہے کہ ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔“

2- کیا قرآن کریم کو خوبصورت انداز میں پڑھا جاسکتا ہے کہ نہیں؟
 مانعین چونکہ تطریب و تغنی کو صرف گانے بجانے پر محمول کرتے ہیں، بنا بریں ان کے ہاں قرآن کریم کو خوبصورت لہجات میں پڑھنا درست نہیں۔
 اور مجوزین تطریب و تغنی کو صرف قرآن کے ساتھ خاص سمجھتے ہیں، اس بناء پر ان کے ہاں تکلف و عدم تکلف کی تفریق کے بغیر قرآن کو خوبصورت انداز میں ہی پڑھا جاسکتا ہے۔
 درمیانی رائے یہ ہے کہ یک طرفہ دلائل کو مد نظر رکھ کر فیصلہ نہیں کیا جاتا۔ بلکہ جملہ دلائل سامنے رکھ کر فیصلہ کرنا چاہیے۔ قرآن مجید کو خوبصورت آواز میں پڑھنا چاہیے، اور تلاوت میں ہر قسم کے تکلف سے بچنا چاہیے۔ خشوع و خضوع اور رقت آمیز انداز میں پڑھنا چاہیے؛ تاکہ قاری و سامع دونوں پر تلاوت کا اثر ہو۔ حروف کی آدا اس طرح ہو کہ الفاظ اور معنی میں التباس کا خدشہ باقی نہ رہے۔
 اس موقف کے حاملین بعض اعلام کی عبارات نقل کی جاتی ہیں:
 4- امام ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ (التونسی: 974ھ) فرماتے ہیں:

"قَالَ أَيُّمْتَنَا: لَا بَأْسَ بِقِرَاءَتِهِ بِالْأَلْحَانِ الْمَوْضُوعَةِ إِنْ لَمْ يَفْرِطْ؛ لِأَنَّهَا تَزِيدُ فِي تَحْسِينِهِ، وَمَنْ نَمَّ قَالَ جَمَعَ مُتَقَدِّمُونَ مِنْهُمْ: نَدَبَ الْأَلْحَانُ فِي هَذِهِ الْحَالَةِ، أَمَّا إِذَا أَفْرَطَ فِي الْمَدِّ وَالْإِشْبَاعِ فَزَادَ حَرْفًا أَوْ أَسْقَطَهُ مِنَ الْحَرَكَةِ، أَوْ أَدْغَمَ فِي غَيْرِ مَوْضِعِ الْإِدْغَامِ أَوْ مَدَّ مَقْصُورًا، أَوْ قَصَرَ مَمْدُودًا أَوْ مَطَّطَ حَتَّى خَفِيَ بَعْضُ اللَّفْظِ وَالتَّبَسُّبِ الْمَعْنَى، فَيُحْرَمُ بَلْ يَفْسُقُ بِهِ الْقَارِئُ، وَيَأْتُمُّ الْمُسْتَمِعُ؛ لِأَنَّهُ عَدَلَ بِهِ عَنِ نَهْجِهِ الْقَوِيمِ." ¹

¹ ابن حجر الهيتمي، عبد الفتاح حسين راوه المكي، فتح الإله في شرح المشكاة، 7: 222، رقم: 2207۔

”ہمارے ائمہ فرماتے ہیں: افراط کے بغیر اپنی تلاوت میں نکھار پیدا کرنے میں کوئی حرج نہیں؛ کیونکہ یہ تلاوت کی خوبصورتی کو دوچند کر دیتی ہے۔ اور اکثر متقدمین علمائے کرام کا بھی خیال ہے کہ اس حالت میں مختلف الحان (لہجات) میں پڑھنا مندوب (و مستحسن) ہے۔ لیکن جب مد و غیرہ میں افراط (زیادتی) کی جائے کہ کوئی حرف زیادہ ہو جائے یا کسی حرف کی حرکت ختم ہو جائے، یا ایسی جگہ ادغام ہو جائے جو اس کا محل نہیں، یا کوئی مد لمبی ہو جائے یا چھوٹی ہو جائے، یا حروف کو اس قدر زیادہ کھینچ کر اور لمبا کر کے آداء کیا جائے کہ بعض الفاظ کا تلفظ ختم ہو جائے اور معنی ملتبس ہو جائے۔ تو یہ صورت حرام ہے، بلکہ اس طرح پڑھنے (تلاوت کرنے) والا فاسق ہوگا، اور سننے والا بھی گنہگار ہوگا؛ کیونکہ یہ اصل طریقے سے ہٹ کر ہے۔“

5۔ امام ابن القیم الجوزیہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب میں مفصل بحث پیش کرنے کے بعد خلاصہ فرماتے ہیں:

"التَّطْرِيبُ وَالتَّغْيِي عَلَى وَجْهِينِ"

”تطریب اور تغنی کی دو قسمیں ہیں:

"أَحَدُهُمَا: مَا اقْتَضَتْهُ الطَّبِيعَةُ وَسَمَحَتْ بِهِ مِنْ غَيْرِ تَكْلُفٍ وَلَا تَمَرِينٍ وَلَا تَعْلِيمٍ، بَلْ إِذَا خُلِّيَ وَطَبِعَهُ، وَاسْتَرْسَلَتْ طَبِيعَتُهُ جَاءَتْ بِذَلِكَ التَّطْرِيبِ وَالتَّلْجِينِ فَذَلِكَ جَائِزٌ، وَإِنْ أَعَانَ طَبِيعَتَهُ بِفَضْلِ تَرْبِيَةٍ وَتَحْسِينٍ كَمَا قَالَ أَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ («لَوْ عَلِمْتُ أَنَّكَ تَسْمَعُ لِحَابْرَتِهِ لَكَ تَخْبِيرًا») . وَالْحَزِينُ وَمَنْ هَاجَهُ الطَّرِبُ وَالْحُبُّ وَالشَّوْقُ لَا يَمْلِكُ مِنْ نَفْسِهِ دَفْعَ التَّحْزِينِ وَالتَّطْرِيبِ فِي الْقِرَاءَةِ، وَلَكِنَّ النُّفُوسَ تَقْبَلُهُ وَتَسْتَحْلِيهِ لِمُوَافَقَتِهِ الطَّبِيعَ، وَعَدَمَ التَّكْلُفِ وَالتَّصْنَعِ فِيهِ فَهُوَ مَطْبُوعٌ لَا مُتَطَبَّعٌ، وَكَلْفٌ لَا مُتَكَلَّفٌ، فَهَذَا هُوَ الَّذِي كَانَ السَّلْفُ يَفْعَلُونَهُ وَيَسْتَمِعُونَهُ، وَهُوَ التَّغْيِي الْمُنْدُوحُ الْمُحْمُودُ، وَهُوَ الَّذِي يَتَأَثَّرُ بِهِ التَّالِي وَالسَّامِعُ، وَعَلَى هَذَا الْوَجْهِ تُحْمَلُ أَدَلَّةُ آيَاتِ هَذَا الْقَوْلِ كُلُّهَا".

”پہلی جائز صورت: تطریب و تغنی کی ایک ایسی صورت ہے جس کا انسانی طبیعت تقاضا کرتی ہے، اور تعلیم و تعلم اور مشق و تکلف کے بغیر انسانی طبع میں جاری و ساری ہو جاتی ہے۔ بلکہ یوں کہہ لیں کہ جن نفس انسانی کے ساتھ طبع انسانی کو آزاد چھوڑ دیا جاتا ہے تو اس سے ایک قسم کی طبعی کیفیت جاری و ساری ہو جاتی ہے۔ اس سے تطریب و تلحین پیدا ہوتی ہے۔ یہ صورت جائز ہے؛ اگرچہ اس انداز میں طبع انسانی کی معاونت میں مزید تزیین و تحسین کی جائے (تو کوئی حرج نہیں)۔ جیسا کہ

سیدنا ابو موسیٰ اشعری نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی: ”اگر مجھے معلوم ہو جاتا کہ آپ میری تلاوت سن رہے ہیں تو میں آپ کے لیے مزید مزین اور خوبصورت کر کے تلاوت کرتا۔“ اور (قاری تلاوت کرتے ہوئے) اگر بر خود غم اندوز ہو یا (جنت کے نظاروں میں محو) شوق و محبت اور خوشی سے جھوم رہا ہو تو وہ (دوسرے لوگوں پر) حزن و طرب کے طاری ہونے میں مانع نہیں۔ بلکہ ہر کوئی اس کیفیت کو قبول کرتے ہوئے اس بہاؤ میں بہہ جاتا ہے، کیونکہ اس میں کوئی تکلف اور تصنع نہیں ہوتا بلکہ یہ کیفیت انسانی طبیعت اور مزاج کے موافق ہوتی ہے نہ کہ مخالف۔ تکلف سے پاک عادی ہوتا ہے، پُر تکلف اور عادت کے مخالف نہیں ہوتا۔ سلف صالحین بھی قطعی طور پر اسی انداز میں تلاوت کرتے اور سنتے تھے۔ اور یہی قابل مدح و ستائش تعنی ہے، اور اسی انداز سے تلاوت کرنے والا اور سننے والا ہر دو متاثر ہوتے ہیں (اور تلاوت ان کے دلوں تک اثر کرتی ہے)۔ تعنی کے جملہ دلائل اسی صورت پر محمول کیے جائیں گے۔“

"الْوَجْهُ الثَّانِي: مَا كَانَ مِنْ ذَلِكَ صِنَاعَةً مِنَ الصَّنَائِعِ، وَلَيْسَ فِي الطَّبْعِ السَّمَاخَةَ بِهِ، بَلْ لَا يَحْصُلُ إِلَّا بِتَكْلُفٍ وَتَصْنُوعٍ وَتَمَرُّنٍ، كَمَا يُتَعَلَّمُ أَصْوَاتُ الْغِنَاءِ بِأَنْوَاعِ الْأَلْحَانِ الْبَسِيطَةِ، وَالْمُرَكَّبَةِ عَلَى إِيقَاعَاتٍ مَخْصُوصَةٍ، وَأَوْزَانٍ مُخْتَرَعَةٍ، لَا تَحْصُلُ إِلَّا بِالتَّعَلُّمِ وَالتَّكْلُفِ، فَهَذِهِ هِيَ الَّتِي كَرِهَهَا السَّلْفُ وَعَابُوهَا وَذَمُّوهَا وَمَنَعُوا الْقِرَاءَةَ بِهَا وَأَنْكَرُوا عَلَى مَنْ قَرَأَ بِهَا، وَأَدْلَةُ أَزْبَابِ هَذَا الْقَوْلِ إِنَّمَا تَتَنَاوَلُ هَذَا الْوَجْهَ."

“دوسری ممنوع صورت: تطریب و تعنی کی دوسری وہ صورت ہے جو ہنروں میں سے ایک ہنر اور فنون میں سے ایک فن کے طور پر سامنے آئے، انسانی طبیعت اس کی موافقت نہ کرے، بلکہ تکلف، تصنع اور خوب مشق کے بعد حاصل ہو۔ جیسے نئے وضع کردہ آوزان اور مخصوص سُروں پر مختلف بسیط و مرکب لہجوں کے ساتھ گانے کی آوازوں کو سیکھا جاتا ہے، جو کہ صرف تعلیم اور تکلف سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ سلف صالحین نے یقینی طور پر اس انداز کو ناپسند کیا ہے اور اسے معیوب اور مذموم قرار دیا ہے، اس طرح پڑھنے سے رد کا ہے اور پڑھنے والوں کو بُرا سمجھا ہے۔ مانعین کے دلائل اس صورت کے متعلقہ ہیں۔“

"وَبِهَذَا التَّفْصِيلِ يَزُولُ الْإِشْتِبَاهُ، وَيَتَبَيَّنُ الصَّوَابُ مِنْ غَيْرِهِ، وَكُلُّ مَنْ لَهُ عِلْمٌ بِأَحْوَالِ السَّلْفِ يَعْلَمُ قَطْعًا أَنَّهَمْ بُرَاءٌ مِنَ الْقِرَاءَةِ بِالْأَلْحَانِ الْمُوَسِّقِي الْمَتَكَلِّفَةِ،"

الَّتِي هِيَ إِيقَاعَاتٌ وَحَرَكَاتٌ مُؤَزَّوْنَةٌ مَعْدُودَةٌ مَحْدُودَةٌ، وَأَنَّهَمْ أَنْقَى لِلَّهِ مِنْ أَنْ يَقْرَءُوا بِهَا وَيُسَوِّغُوهَا وَيُعَلِّمُ قَطْعًا أَنَّهُمْ كَانُوا يَقْرَءُونَ بِالتَّخْزِينِ وَالتَّطْرِيبِ وَيُحَسِّنُونَ أَصْوَاتَهُمْ بِالْقُرْآنِ، وَيَقْرَءُونَهُ بِشَجَى تَارَةً، وَبَطْرَبٍ تَارَةً، وَبِشَوْقٍ تَارَةً، وَهَذَا أَمْرٌ مَرْكُوزٌ فِي الطَّبَاعِ تَقَاضِيهِ وَلَمْ يَنْهَ عَنْهُ الشَّارِعُ مَعَ شِدَّةِ تَقَاضِيِ الطَّبَاعِ لَهُ، بَلْ أَرْشَدَ إِلَيْهِ وَنَدَبَ إِلَيْهِ وَأَخْبَرَ عَنِ اسْتِمَاعِ اللَّهِ لِمَنْ قَرَأَ بِهِ.¹

”اس تفصیل سے تعنی کے جواز اور عدم جواز کی بابت شبہات کا ازالہ ہوتا ہے، اور جائز تعنی و ممنوع تعنی کی صورت واضح ہو جاتی ہے۔ سلف صالحین کے احوال سے واقف شخص یقینی طور پر جان سکتا ہے کہ آپ رحمہم اللہ پر تکلف موسیقی کے لہجات میں قرآن کی تلاوت کرنے سے بری تھے، اور وہ اس انداز سے پڑھنے اور اسے جائز قرار دینے سے اللہ سے بہت ڈرتے تھے، (اور احوال سلف صالحین سے واقف شخص اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ) وہ قرآن کی تلاوت تحرین و تطریب کے ساتھ کرتے اور اپنی آوازوں کو قرآن کے ساتھ خوبصورت بناتے تھے، وہ کبھی قرآن کو پُرسوز آواز میں پڑھتے، کبھی جھومتے ہوئے (خوشی سے لبریز انداز میں) پڑھتے اور کبھی شائقین کے انداز میں پڑھتے۔ یہ انداز انسانی طبیعت میں ودیعت کر دیے گئے ہیں کہ طبع انسانی اسے چاہتی ہے۔ اس چاہت سے شارع نے منع نہیں کیا، بلکہ اس کی مزید ترغیب دی اور اسے قابل مدح و ستائش قرار دیا اور بتایا کہ جو اس انداز میں پڑھے گا اللہ بھی اس کی تلاوت کو کان لگا کر سنے گا۔“

6۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"مَعْنَى التَّرْجِيعِ: تَحْسِينُ التَّلَاوَةِ لَا تَرْجِيعِ الْغِنَاءِ لِأَنَّ الْقِرَاءَةَ بِتَرْجِيعِ الْغِنَاءِ تَنَافِي الْخُشُوعِ الَّذِي هُوَ مَقْصُودُ التَّلَاوَةِ"²

”ترجیع کا معنی: تلاوت کو خوبصورت کرنا ہے، گانے والا انداز مراد نہیں؛ کیونکہ تلاوت تو گانے والا انداز خشوع کے منافی ہے جو کہ تلاوت کا اصل مقصد ہے۔“

7۔ امام ماوردی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

¹ ابن القيم الجوزية، محمد بن أبي بكر بن أيوب بن سعد شمس الدين، زاد المعاد في هدي خير العباد، (كويت: مكتبة المنار الإسلامية، 1994ء)، 1: 474۔

² ابن حجر العسقلاني، أحمد بن علي بن حجر أبو الفضل، فتح الباري، (بيروت: دارالمعرفة، 1379هـ)، 9: 92۔

"وَأَمَّا الشَّافِعِيُّ فَإِنَّهُ عَدَلَ عَنْ هَدْيَيْنِ الْإِطْلَاقَيْنِ فِي الْحَظْرِ وَالْإِبَاحَةِ بِاعْتِبَارِ الْأَلْحَانِ، فَإِذَا أُخْرِجَتِ أَلْفَاظُ الْقُرْآنِ مِنْ صِبْغَتِهِ، بِإِدْخَالِ حَرَكَاتٍ فِيهِ وَإِخْرَاجِ حَرَكَاتٍ مِنْهُ، يُفْصَدُ بِهَا وَزْنُ الْكَلَامِ وَمَوَاقِفُ اللَّحْنِ، أَوْ مَدُّ مَقْصُورٍ، أَوْ قَصْرُ مَمْدُودٍ، أَوْ مَطَطُّ حَتَّى حَفِي اللَّفْظِ، وَالتَّبَسُّعُ الْمَعْنَى، فَهَذَا مَحْظُورٌ يَفْسُقُ بِهِ الْقَارِئُ وَيَأْتُمُّ بِهِ الْمُسْتَمِعُ، لِأَنَّهُ قَدْ عَدَلَ بِهِ عَنْ نَهْجِهِ إِلَى اغْوَجَاجِهِ، وَاللَّهُ تَعَالَى يَقُولُ: ﴿فَرَأَيْنَا غَيْرَ ذِي عَوْجٍ﴾ [الزمر: 28].

وَإِنْ لَمْ يُخْرِجْهُ اللَّحْنُ عَنْ صِبْغَةِ لَفْظِهِ وَقِرَاءَتِهِ عَلَى تَرْتِيلِهِ كَانَ مُبَاحًا، لِأَنَّهُ قَدْ زَادَ بِالْحَانِ فِي تَحْسِينِهِ وَمِيلِ النَّفْسِ إِلَى سَمَاعِهِ." ¹

”امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے الحان کا اعتبار کرتے ہوئے اس کی دو قسمیں بنائی ہیں، ایک صورت ممنوع، جبکہ دوسری جائز۔ چنانچہ اگر آپ الفاظ قرآنی کو ان کے مخارج سے اس طرح ادا کریں کہ اس میں کلام کے وزن یا آواز کی مشق کرتے ہوئے حرکات کی کمی و بیشی واقع ہو، یا کوئی مد چھوٹی ہو جائے یا ضرورت سے لمبی ہو جائے، یا حروف اس قدر کھینچنا کہ لفظ کا پتہ ہی نہ چلے اور معنی مشتبہ ہو جائے تو یہ صورت ممنوع ہے۔ اس طرح پڑھنے والا فاسق، اور سننے والا گنہگار ہو گا۔ کیونکہ پڑھنے والا قرآن کے طریقے کی بجائے کجی والے طریقے کے مطابق پڑھ رہا ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”قرآن کریم عربی (زبان) میں ہے، کجی والا نہیں۔“

اور اگر آواز لفظ کے مخرج اور ٹھہراؤ پر اثر انداز نہیں ہوتی تو یہ صورت مباح و پسندیدہ ہے؛ کیونکہ قاری کی خوبصورت آواز کے ساتھ تلاوت میں حسن اور لوگوں میں قرآن مجید سننے کا شوق پیدا ہوتا ہے۔“

کجی والے طریقے میں نہ پڑھنے سے مراد یہ ہے کہ قرآن واضح عربی زبان میں نازل ہوا ہے، جس میں کسی انحراف، التباس اور اشتباہ کا خدشہ تک نہیں۔

8۔ امام نصر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ومن الأمور المحرمة التي ابتدعها القراء: القراءة بالألحان المطربة المرجعة: كترجيع الغناء فإن ذلك ممنوع لما فيه من إخراج التلاوة عن أوضاعها، وتشبيهه

¹ الماوردي، علي بن محمد بن محمد بن حبيب البصري البغدادي، الشهير بالماوردي، الحاوي الكبير في فقه مذهب الإمام الشافعي، 17: 198۔

كلام رب العزة بالأغاني التي يقصد بها الطرب، ولم يزل السلف ينهون عن التطريب.¹

”قراءے کرام کی اختراعات میں سے ایک حرام کام: تطریب و ترجیع کے ساتھ قراءت کرنا ہے، جیسے گانا گایا جاتا ہے۔ یہ اس لئے ممنوع کام ہے کہ اس میں تلاوت (حروف) کو ان کے مخارج سے ادا نہیں کیا جاتا۔ اور (ویسے بھی) اس میں رب العزت کے کلام کو تطریب والے گانوں کے ساتھ تشبیہ دی جاتی ہے۔ جبکہ سلف صالحین تطریب سے روکتے رہے ہیں۔“

9۔ شیخ عبداللہ بن احمد الفقیہ (محاضر بقسم القراءات بجامعة أم القرى) فرماتے ہیں:

"ولعلَّ التَّوَسُّطَ فِي الْمَسْئَلَةِ يَلِيقُ بِشَأْنِ الْقُرْآنِ الَّذِي يَنْبَغِي لِلْمُسْلِمِ أَنْ يَحْسَنَ صَوْتَهُ بِهِ مَا اسْتَطَاعَ إِلَى ذَلِكَ سَبِيلًا، وَهُوَ جَوَازُ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ بِالْمَقَامَاتِ بِشَرَطِ عَدَمِ الْإِخْلَالِ بِأَحْكَامِ الْقِرَاءَةِ وَمَجَانِبَةِ التَّطْرِيبِ الْمُنَافِي لِمَقَامِ الْقُرْآنِ. وَلَا يَنْبَغِي التَّشْدِيدُ فِي هَذَا الْجَانِبِ وَالْأَمْرُ فِيهِ سَعَةٌ، كَيْفَ وَالنَّفْسُ بِطَبِيعَتِهَا تَحِبُّ سَمَاعَ الصَّوْتِ الْحَسَنِ"

”اس مسئلہ میں درمیانی رائے یہ ہے کہ ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ جس قدر اپنی آواز کو خوبصورت کر سکتا ہے کرے، مقامات قرآنیہ وغیرہ کے مطابق قرآن مجید کو پڑھنا جائز ہے، بشرطیکہ وہ قرآن کے مقام کے منافی نہ ہوں۔ اور اس مسئلہ میں شدت سے کام لینا مناسب نہیں، کیونکہ اس میں وسعت ہے۔ اور لوگوں کی طبیعتیں بھی خوبصورت آواز کو پسند کرتی ہیں۔“

جس طرح موسیقی والوں کے ہاں ”مقامات موسیقیہ“ ہیں، جنہیں سیکھ کر وہ گانے وغیرہ گاتے ہیں۔ اسی طرح قراءے کرام نے بھی ”مقامات قرآنیہ“ بنائے ہوئے ہیں، جنہیں بڑے تکلف کے ساتھ سیکھا سکھایا جاتا ہے۔ موجودہ دور میں کئی معروف قراءے کرام ”مقامات قرآنیہ“ کے ماہر ہیں، اور ان کے قواعد و قوانین کے مطابق تلاوت کرتے ہیں۔ جس کے ساتھ کافی تکلف پیدا ہو جاتا ہے۔

«وَالرَّهْبَانِيَّةِ وَالنُّوحِ»

”رہبانیت اور نوحہ والے انداز میں پڑھنے کی ممانعت ہے۔“

«لَا يُجَاوِزُ حَتَا جَرَهُمْ»

¹ نهاية القول المفيد: 18-21.

ہنسیوں سے تجاوز کا مطلب یہ ہے کہ قرآن ان پر اثر نہیں کرے گا، اور اللہ تعالیٰ اس عمل کو قبول نہیں فرمائے گا۔ امام طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے دو معنی بیان فرمائے ہیں:

پہلا معنی:

"لَا يَرْفَعُهَا اللَّهُ وَلَا يَقْبَلُهَا، فَكَأَنَّهَا لَمْ تَتَجَاوَزْ حُلُوقَهُمْ"

"اللہ تعالیٰ اسے اٹھاتا ہے اور نہ ہی اسے قبول کرتا ہے۔ گویا کہ وہ ان کی ہنسیوں سے تجاوز ہی نہیں کرتی۔"

دوسرا معنی:

"أَنَّ قِرَاءَتَهُمْ لَا يَصِلُ أَثَرُهَا إِلَى قُلُوبِهِمْ، فَلَا يَتَفَكَّرُونَ فِيهِ، وَلَا يَعْمَلُونَ بِمُقْتَضَاهَا، فَلَا يُتَابُونَ عَلَى قِرَاءَتِهِ، وَلَا يَحْصِلُ لَهُمْ غَيْرُ بُلُوغِ الصَّوْتِ إِلَى الْحَنَاجِرِ"

"ان لوگوں کی تلاوت کا اثر ان کے دلوں پر نہیں ہوتا، تو وہ اس میں غور فکر کرتے ہیں اور نہ ہی قرآن کے تقاضوں کو بجالاتے ہیں۔ بنا بریں انہیں ان کی تلاوت کا اجر نہیں دیا جاتا، اور سوائے آواز کے گلے تک پہنچنے سے مزید انہیں کچھ حاصل نہیں ہوتا۔"

"مَفْتُونَةٌ قُلُوبُهُمْ، وَقُلُوبٌ مَنْ يُعْجِبُهُمْ شَأْنُهُمْ"

اس انداز میں تلاوت کرنے والے قراء اور وہ لوگ بھی جو اس انداز کو سراہیں گے، فتنہ میں مبتلا ہوں گے۔

حاصل کلام

1. مذکورہ بالا سیدنا حذیفہ والی روایت قطعی طور پر متعدد وجوہ کی بناء پر ضعیف ہے۔ اور ضعیف روایت ناقابلِ احتجاج ہے۔

2. لحنِ عرب سے مراد عرب کے لہجات میں قرآن کی تلاوت کرنا ہے۔ جس کا ما حاصل یہ ہے کہ خوبصورت آواز سے درد کے ساتھ پڑھنا کہ قاری اور سامع سب پر اثر ہو، اور دلوں میں اللہ کا خوف اور خشوع پیدا ہو، اور تجوید کے قواعد کی رعایت باقی رہے، کلمات اور حروف میں کمی اور بیشی نہ ہو۔

3. عرب کی پیروی کا حکم اس لیے صادر ہوا کہ قرآن مجید ان کی زبان میں نازل ہوا ہے، اور اہل زبان ہی

اپنی زبان کی ادائیگی کو زیادہ سمجھتے ہیں۔

4. ”مقاماتِ قرآنیہ“ کے حوالے سے معتدل رائے: ایک تو یہ ہے کہ قاری اپنے انداز میں بلا تکلف اس طرح تلاوت کرے کہ اتفاقاً وہ ان ”مقاماتِ قرآنیہ“ کے موافق آجائے، تو اس میں کوئی حرج نہیں، لیکن تکلف کے ساتھ انھیں سیکھنا اور اس کے مطابق خاص مقامات کی مشق کرنا۔ اس پر علمائے عرب اب تک نقد کرتے چلے آئے ہیں۔ بعض علمائے کرام ”مقاماتِ قرآنیہ“ کو ”مقاماتِ موسیقیہ“ ہی قرار دیتے ہیں۔

5. مروجہ محافل میں جو قراء مصری لہجات وغیرہ میں تلاوت کرتے ہیں اور بزعم خویش انہیں عربی سمجھتے ہوئے خوش ہوتے ہیں کہ ہم «اقرءوا القرآن بلحون العرب وأصواتها» والی روایت کے مصداق ہیں۔ ان کا یہ زعم درست نہیں، کیونکہ مصری خالص عرب نہیں ہیں، ویسے بھی ان میں سے اکثریت کی تلاوتیں مبنی بر تکلف ہوتی ہیں۔